بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

دوسری جنگِ عظیم کے بعد ۸۰ کروڑ سے زائد عوام کی نئی خود مختار مملکتیں وجود میں آنے سے بین الاقوامی برادری میں زبردست تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ دسمبر ۱۹۶۱ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۹۶۲ء کو "نوآبادیاتی نظام کا دیوالہ نکلنے کا سال" قرار دیا اور مزید کروڑوں عوام نے آزادی کی روشنی اور حقِ خود اختیاری کے اصولوں کی خاطر جینے کے لیے سامراجی اقتدار کی زنجیریں توڑ دیں۔ اور اقوامِ متحدہ کا سیکرٹری جنرل اُس مُلک کا شہری بنا جو صرف چند سال پہلے اس عالمی ادارہ کی بنیاد رکھے جانے کے وقت، سامراج کی غلامی میں جکڑا ہوا تھا۔ اب ان سابق نوآبادیوں کے رہنما بین الاقوامی طور پر احترام، عز و شرف اور اثر و رسوخ حاصل کر رہے ہیں۔

چونکہ اب کروڑوں آزاد نئے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حقوق سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اور مغربی سامراج بڑی تیزی سے اندھیروں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے اس لیے قومی آزادی و خود مختاری کی تصویر دن بدن زیادہ روشن و چمکدار ہوتی جا رہی ہے۔ نوآبادیاتی اثرات مٹ رہے ہیں اور آزادی کے نقوش ابھرتے چلے آ رہے ہیں ـــــ لیکن آزادی و خود مختاری کے افق پر کچھ تاریک سائے آج بھی منڈلاتے نظر آتے ہیں ـــــ ان کا ایک اہم مرکز ایشیا میں سوویت سرزمین ہے۔

بحرالکاہل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے روس نے سترھویں صدی میں مشرقی سمت اپنی حدود میں توسیع شروع کی۔ انیسویں صدی میں اس کی توسیع پسندی جنوب مشرق کی سمت اختیار کر گئی۔ اس کا مقصد روسی نوآبادیاتی سلطنتوں اور برطانوی سلطنت کے درمیان واقع مسلم علاقوں پر چھانا تھا۔ ۵ر مئی ۱۹۶۴ء کو ایشیا و افریقہ کے تمام ممالک کے نام روسی حکومت کے ایک سرکاری مراسلہ کے مطابق:

> "روس کے ایشیائی علاقے چین سے دو گنا زیادہ بڑے ہیں ـــــ اور چین، بھارت، انڈونیشیا، پاکستان اور برما کے مجموعی علاقے سے بھی بڑے ہیں۔"

۶۲ر۱۲ لاکھ مربع میل کے اس علاقہ میں ڈھائی کروڑ مسلمان روسی اقتدار کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔

ان مسلمانوں کی اخلاقی، مذہبی اور لسانی اقدار و روایات روسیوں اور "ریاستہائے متحدہ اشتراکیہ روسیہ" کے دوسرے غلام عوام سے قطعی مختلف ہیں اس لحاظ سے مسلمان ترکوں، ایرانیوں اور کاکیشی گروہوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

سوویت یونین میں بڑی بڑی مسلمان اقوام بنیادی طور پر تین جغرافیائی سیاسی خطوں میں آباد ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ وسطی ایشیا (ترکستان)

یہ علاقہ مغرب میں بحیرۂ کیسپٹن سے مشرق میں چین اور منگولیا تک پھیلا ہوا ہے۔ شمال میں سائبیریا کے کوہِ یورال کے نچلے علاقوں سے جنوب میں ایران، افغانستان اور تبت تک یہ علاقہ پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس میں ۶۰ لاکھ ازبک ۳۶ لاکھ قازق ۱۰۰ لاکھ ترک، ۱۴ لاکھ کرغیز، ۱۴ لاکھ تاجک، ۸ لاکھ تاتار اور ۱ لاکھ ۲۷ ہزار کاراکلپاک نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ مجموعی طور پر ایک کروڑ ۴۰ لاکھ مسلمان ہیں۔

۲۔ وسطی ادیل یورال

یہ علاقہ وسطی والگاہ اور یورال کے درمیان واقع ہے۔ یہاں ۵۰ لاکھ والگا تاتار، ۱۰ لاکھ بشکیر اور مسلمان چواشں کی ایک خاصی بڑی تعداد آباد ہے۔

۳۔ کاکیشیا

سوویت آذربائیجان میں جو کاکیشیا کے علاقے کے جنوب مشرقی حصہ میں واقع ہے ۱۹۵۹ء کی روسی مردم شماری کے مطابق ۲۷ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ دوسری سوویت ریاستوں میں ۵ لاکھ سے زائد آذربائیجانی مسلمان ہیں۔ ان کی بیشتر تعداد آرینیا اور جارجیا میں رہائش پذیر ہے۔ شمالی کاکیشیا جو مغرب میں بحیرۂ سیاہ سے مشرق میں بحیرۂ کیسپٹن تک پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً ۲۰ لاکھ مسلمان آباد ہیں جن میں سے ۹ لاکھ ۴۵ ہزار داغستان کے کاکیشی زبان بولنے والوں میں شامل ہیں، ۵ لاکھ ۲۴ ہزار چیچن انگوش، ۲ لاکھ ۰ ہزار روستین اور ۳ لاکھ ۱۴ ہزار چرکس ہیں۔

چوتھا بڑا مسلم علاقہ — کریمیا — قبل ازیں تاتاروں کی آبادی پر مشتمل تھا لیکن ۱۹۴۶ء میں کریمیا کے تاتاروں کو ان کی اراضیات سے نکال باہر کر دیا گیا۔ اب روس کے سرکاری اعداد و شمار میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا۔

آج کل چھ مسلم سوویت اشتراکی جمہوریتیں" قازک، ازبک، آذربائیجان، تاجک، کرغیز اور ترکمان موجود ہیں۔ چھ خود مختار روسی اشتراکی جمہوریتیں ——— باشکر، تاتار، داغستان، کبار دینو بلکار، شمالی اوسٹین اور چیچن انگوش ——— پائی جاتی ہیں اور کئی خود مختار علاقے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں روسی انقلاب کے چند دنوں بعد کیونسٹوں نے روس کے مسلمانوں سے اپیل کی:

"وہ تمام لوگ جن کی مسجدیں اور عبادتگاہیں تباہ کی گئیں، جن کے عقائد اور رسوم ورواج کو قدموں تلے روندا گیا۔"

انہیں اس اپیل میں:

"آج سے اپنے عقائد اور رسوم رواج میں آزاد ہیں۔ ان کے قومی اور ثقافتی ادارے آزاد اور ناقابلِ مداخلت قرار دیے جاتے ہیں" [1]

کا اعلان کیا گیا۔ جنوری ۱۹۱۸ء میں سوویت حکومت نے اپنے اس اصول کا اعلان کیا کہ:

"ہر قومی گروہ کو یہ فیصلہ کرنے کی آزادی ہے کہ وہ وفاقی حکومت میں حصہ لینے کا خواہاں ہے یا نہیں اور اسی طرح دوسرے روسی وفاقی اداروں میں شرکت چاہتا ہے یا نہیں اور کن شرائط پر۔"

اس کے ساتھ یہ اعلان کیا گیا کہ:

"روس کی سوویت جمہوریت آزاد اقوام کی آزاد یونین کے مطابق قائم کی گئی ہے" [2]

روس بھر میں مسلمانوں نے گہری دلچسپی اور توجہ کے ساتھ ان اعلانات کو سنا جن میں ان کی خود مختاری کی طویل المیعاد خواہش کو پورا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا حتٰی کہ تاتاروں نے سوویت کے مقاصد کی حمایت کے لیے روسی مسلمانوں کی پہلی پیدل فوجی رجمنٹ بھی تشکیل دی لیکن سوویت نظام کی حقیقی نوعیت اس وقت آشکار ہوئی جب ۱۹۱۸ء ۱۹۲۲ء کے دوران سرخ فوج کی طاقت مسلمانوں کی ان کوششوں کو ختم کرنے کے لیے

---

[1] Istoriya sovetskoy konstitutsii, Moscow 1956, p. 66-68

[2] Lenin. V. I. Sochineniya, vol XXVI, Moscow 1946, p. 385-387.

حرکت میں آئی جو وہ ایسی خود مختار حکومتوں کے قیام کے لیے کر رہے تھے جو اُن کی قومی روایات و اقدار سے ہم آہنگ ہوں۔

آج ہم سوویت یونین کی مسلم جمہوریتوں کے مسلمانوں کی حالت کا تجزیہ کر رہے ہیں اس جائزہ کی بنیاد تازہ ترین روسی ذرائع اور افریقی، ایشیائی اور مغربی ممالک کے مطالعوں سے فراہم شدہ حقائق پر ہے۔ یہ روس کے مسلمانوں کی حالتِ زار کا ایک سرسری سا جائزہ ہے اس امید کے ساتھ کہ اس سے کمیونسٹ اقتدار کے جوتے تلے زندگی گزارنے والے فراموش شدہ مسلمانوں کے مسائل لوگوں کے سامنے آسکیں گے۔

سیاسی سامراجیت

سرخ فوج کی طاقت سے مسلمانوں کی خودمختار حکومتوں کو کچل دینے کے بعد سوویت کنٹرول کو سختی کے ساتھ روسیوں کے سپرد کر دیا گیا۔

ترکستان میں، یہ صرف ایک مثال ہے۔ مسلمانوں کو روسی اقلیت نے حکومت کے تمام سیاسی عہدوں اور کمیونسٹ پارٹی سے نکال دیا۔ وسطی ایشیا کے روسی فوجی فاتح ایم۔ وی فرونز کے مطابق:

"یہ حقیقتاً مسلمانوں کی اکثریت پر مقامی پوری آبادی کے ایک چھوٹے سے گروہ کی آمریت ہے"[1]

اسی قسم کی صورتِ حال قازقستان میں نمودار ہوئی۔ جہاں ان معدودے چند قازقوں کو بھی جولائی سنہ ۱۹۲۰ء میں قازقستان کی کمیونسٹ پارٹی کی پہلی کانگرس سے نکال دیا گیا۔ جنہوں نے اپنے لیے کمیونزم کا انتخاب کیا تھا[2]

مسلمانوں کے ابھرتے ہوئے قومی شعور نے ان حالات کی مزاحمت کی اس قومی شعور کا اظہار مسلمانوں کی ان کوششوں سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی خودمختاری کے لیے تاتارستان، باشکریا اور ترکستان میں کیں اور بسماچی میں چھاپہ مار جنگ کی حکمتِ عملی کو اپنایا۔

سرخ فوج کی طرف سے ان علاقوں کی حکومتوں کو کچل دیے جانے کے بعد مسلمانوں کا اس

---

[1] Frunze, M.V. sobraniye sochinenly Vol. 1, Moscow, 1929

[2] Partiynaya zhizn kazakhstana, No. 10, Alma-Ata, 1960, p. 5.

روس دشمن قومی تحریک نے روسی پالیسی کو تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء کے وسط میں مسلمان بڑی تعداد میں کمیونسٹ پارٹی میں بھرتی کیے گئے۔ ترکستان کی کمیونسٹ پارٹی کے ارکان کی تعداد ۶۵ ہزار تک پہنچ گئی۔ لیکن جو مسلمان پارٹی میں شامل ہوئے تھے اور جن مسلمانوں کو روسیوں کے اقتدار پر پردہ ڈالنے کے لیے کلیدی عہدوں پر متعین کیا گیا تھا۔ وہ ابھی اپنے قومی شعور سے محروم نہیں ہوئے تھے بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا چونکہ وہ میدانِ جنگ میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی جدوجہد کا رخ خود پارٹی کے اندر موڑ دیا تھا۔ قوم پرست کمیونسٹ مثلاً قازق طورار راسکل اور تاتار میر سعید سلطان گلیو، نے کوشش کی کہ ایک ایسی سوویت جمہوریت قائم کی جائے جس میں ترکوں کا جغرافیائی و تہذیبی علاقہ اپنی اسلامی ثقافتی انفرادیت کے ساتھ اجاگر و نمایاں ہو روس کی خفیہ پولیس نے ایک زیر زمین خفیہ تنظیم — اتحاد و ترقی — کا سراغ لگانے کا بھی دعویٰ کیا۔ یہ ان ترقی پسند مسلمان کمیونسٹوں کی تنظیم بیان کی گئی جو روس کے مسلمانوں کے اس اتحاد کو فروغ دینے کے خواہاں تھے جو مذہبی و روحانی لحاظ سے ان میں پایا جاتا تھا۔[1]

مسلمان عوام کی قومی امنگوں اور روسی قبضہ کے مابین تصادم کے نتیجہ میں ماسکو نے کمیونسٹ پارٹی کی رکنیت سے وسیع پیمانہ پر تطہیر کا حکم دیا۔ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں ترکستان کی کمیونسٹ پارٹی سے ۱۰ ہزار ۳۶ ارکان خارج کر دیے گئے۔ ۳۲۲۹ کو مکمل رکنیت سے محروم کر دیا گیا اور ۱۷۵۸ استعفی ہو گئے[2] ترکمان کے پارٹی یونٹ میں تطہیر کا مطلب یہ ہوا کہ پارٹی میں ترک مسلمانوں کا عنصر صرف ۱۵ فی صد رہ گیا حالانکہ ترکمانستان میں رہنے والے یورپین مجموعی آبادی کا صرف ۷ فی صد تھے۔ سیاسی امور کا حقیقی کنٹرول روسی کمیونسٹ پارٹی کے مرکزی ایشیائی بیورو کے ہاتھ میں سونپ دیا گیا۔ اس بیورو نے مسلمانوں کے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے لینن کے جغرافیائی قومیتوں کے مصنوعی تصور کو فروغ دیا۔

۱۹۲۴ء میں ترکستان کی تقسیم عمل میں آئی جس سے آج کی یونین کی جمہورتیں ازبکستان، ترکمانستان، تاجکستان کرغیزیا اور قازقستان وجود میں آئیں۔ تاتاروں اور باشکر میں پھوٹ ڈالنے کے لیے جو طریق کار اپنایا گیا تھا۔ اسے یہاں دہرایا گیا

---

1. Pan-Turkism and Islam in Russia, 1960, p. 244, 248
2. Protokoly s'ezdov i konferentsii Vsesoyuznoy Kommunistich-eskoy ... Odinnadtsatyy s'ezd ...

سرکاری طور پر اس قسم کی قومی اور سیاسی تقسیم کے پس منظر میں یہ نظریہ کارفرما بیان کیا گیا کہ قوموں کی انفرادیت کو اجاگر کرنے کے لیے قومی مملکتوں کی تشکیل کی جائے لیکن درحقیقت ترکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے صرف ایک نتیجہ برآمد ہوا ــــ کہ ایک ایسی آبادی منقسم ہوگئی جو ایک مشترکہ تہذیب، زبان، مذہب، تاریخی ماضی اور مشترک اقتصادی صورتِ حال کی حامل تھی۔ ان علاقائی اور سیاسی حدبندیوں سے وہ طریق کار ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے جسے مغرب کی سامراجی اقوام نے پہلی جنگِ عظیم کے بعد عرب ممالک کی مصنوعی تقسیم کے لیے اپنایا تھا۔

روسیوں نے نو تشکیل شدہ جمہوریتوں کو "قومی" سیاسی اور ثقافتی یونٹوں کے قیام کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے لیے ایک انتہائی اہم قدم قرار دیا جب کہ حقیقتاً ان کا مقصد "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے نظریہ کے تحت کمیونسٹوں کے ہاتھ مضبوط کرنا تھا۔

حکومتی ڈھانچہ میں "جمہوریہ" کی حیثیت سے ان قومی جمہوری یونٹوں کو بہت کم اختیارات حاصل ہیں۔ مثال کے طور پر فوج کا کنٹرول، جو کسی بھی سرکاری ڈھانچہ میں اہم ترین عنصر ہوتا ہے، روس کی وزارتِ دفاع (ماسکو) کے ہاتھ میں ہے اور ترکستان میں فوجی نظم و نسق روسیوں کے کنٹرول میں ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران ان قومی جمہوریتوں کا یہ حق نظریاتی طور پر تسلیم کیا گیا کہ وہ امورِ خارجہ نپٹائیں۔ لیکن روس کی وزارتِ خارجہ کی طرف سے یہ انتقالِ اقتدار محض کاغذی وجود رکھتا ہے اور کوئی آذر بائیجانی، تاجک یا کرغیز سفارتی دفتر قاہرہ، بیروت یا انقرہ میں نہیں ملتا۔ ان قومی جمہوریتوں کے براہِ راست کنٹرول میں صرف سماجی سلامتی کا نظام اور مقامی صنعتوں کی کارکردگی ہے۔ جن کی فوری استعمال کے لیے ضرورت پڑتی ہے۔ اور پھر یہ امور بھی روس کے اعلیٰ وزارتی حکام کی ہدایات کے مطابق انجام دیئے جاتے ہیں۔ عملاً ایک "قومی جمہوریہ" صرف ان ہی امور پر عمل پیرا ہو سکتی ہے اسکو جن کی عمومی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی تفصیلات ماسکو نے وضع کر دی ہوں۔

مسلم قومی جمہوریتوں کا کنٹرول، سوویت اقتدار کے اولین ایام سے محض ایک دکھاوا بن گیا ہے۔ مقامی مسلمانوں کو اعلیٰ عہدوں پر متعین کیا جاتا ہے اور روسی ان اعلیٰ عہدوں پر فائز مسلمانوں کے محض "نائبین" یا "معاونین" کی حیثیت سے "خدمت بجا لاتے" ہیں۔

لیکن فیصلہ کن اختیار و اقتدار ہمیشہ حکومت اور پارٹی کے روسی عنصر کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں ازبکستان میں روسی وزارتی کونسل کے فرسٹ ڈپٹی چیئرمین عمارات و آثار قدیمہ کی سرکاری کمیٹی کے چیئرمین، ریاستی سلامتی کی کمیٹی — ریاستی منصوبہ بندی کمیٹی کے فرسٹ ڈپٹی چیئرمین اور موٹر ٹرانسپورٹ، شاہراہوں اور پانی و بجلی کی وزارتوں میں اعلیٰ عہدوں پر کام کرتے تھے۔ اس لیے کوئی تعجب نہیں کہ ایک ازبک رہنما کو یہ اعلان کرنا پڑا۔

"ہمارا ازبکستان اس طریق سے آگے بڑھ رہا ہے کہ ازبک اداروں کے سربراہ ہوتے ہیں اور ازبک ہی ان کے حالیے موالی ہیں — بعض سردار ہیں اور بعض ان کے لیے ڈرائیونگ کرتے ہیں لیکن تمام کام روسیوں کی ہدایات کے تابع ہوتا ہے۔ کیا یہ واقعی ازبکستانیت ہے؟ کیا یہ روسیوں کی سامراجیت نہیں ہے؟[1]"

(جاری ہے)

آہ! ڈاکٹر رفیع الدین

اس ماہ ملک کے مشہور ماہر تعلیم اور "ترجمان الحدیث" کی مجلسِ مشاورت کے رکن ڈاکٹر رفیع الدین ایم۔اے۔پی۔ایچ ڈی۔ ڈی لٹ کراچی میں ایک حادثہ سے دوچار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

مرحوم بے پناہ خوبیوں اور صفات حمیدہ کے مالک تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں دل دردمند کے ساتھ ساتھ کام کا جذبہ اور تڑپ بھی عطا کر رکھی تھی۔ عقیدہ اور مسلک کے لحاظ سے اہلحدیث تھے۔

رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

---

1. Revolyutsiya i natsionalnosti, No. 8-9 Moscow 1930. P. 396